عالمِ اسلام

مصر کا تازہ انقلاب اور اُس کے اندرونی حقائق

(۲)

از جناب خلیل حامدی صاحب

الغرض علی صبری اور شعراوی جمعہ اور شامی شرف اور اِس مضبوط دھڑے کے دوسرے افراد نے جمال عبدالناصر کے زیرِ سایہ اپنے پنجے مصر کے اندر اس قدر گہرے گاڑ رکھے تھے کہ اُسے مسندِ اقتدار سے اُتارنا بہت دشوار تھا۔ ۱۵ مئی ۱۹۷۱ء سے پہلے یہ گروپ اِس نشے میں تھا کہ وہ جب چاہے گا سادات کو اٹھا کر پھینک دے گا۔ سوشلسٹ یونین اِس کی جیب میں تھی، خفیہ تنظیم اس کی خدمت پر مامور تھی، خفیہ پولیس اس کی باندی تھی۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن پر اس کا قبضہ تھا، اخبارات میں اس کے ایجنٹوں اور باتنخواہ ملازموں کی کھیپ کی کھیپ کام کر رہی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وزیرِ جنگ محمد فوزی اس گروہ کا سرخیل تھا اور اس کی بدولت اسے فوج کی پشت پناہی کا زعم بھی تھا۔ اس گروپ نے یکایک اپنے استعفے پیش کر دیئے اور اپنے زیرِ تصرّف وسائل کے ذریعہ اپنے حق میں ہنگاموں کا ایک طوفان رستاخیز برپا کرنا چاہا اور تقریباً وہی حالات پیدا کرنے چاہے جو ۹ جون ۱۹۶۷ء کو عبدالناصر کے صدارت سے استعفیٰ دینے کے موقع پر رونما ہوتے تھے۔ عبدالناصر نے اِدھر استعفیٰ دیا اور اُدھر اس گروپ نے اپنے مذکورہ بالا برق رفتار وسائل کی بدولت یکایک مظاہرے برپا کروا دیئے اور ناصر کو استعفیٰ واپس لینے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ یہ گروپ ابھی چاہتا تھا کہ ناصر برسرِ اقتدار رہے اور اُس کی آڑ میں یہ اپنا مستقبل تعمیر کرتے رہیں۔ ناصر کے بعد یہ گروپ برابر انور السادات سے گلوخلاصی کرانے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں سوچتا رہا۔ مگر ان کی تمام تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں۔ سادات نے معجزانہ طور پر اس گروپ کو ۱۵ مئی ۱۹۷۱ء کو پچھاڑ دیا اور یہ لوگ سادات سے نجات پانے کے بجائے ابی زعبل کی جیل میں پہنچ گئے۔ اب اُن پر کھلی عدالتوں میں مقدمات چلائے جا رہے ہیں اور وہ تمام مظالم منظرِ عام پر آ رہے ہیں جو ۱۷ سال تک مصری عوام بھگتتے رہے ہیں، جن کا زیادہ تر نشانہ اخوان المسلمون کی جماعت اور دوسرے

نیک نفس لوگ رہے ہیں۔
انور السادات نے اس دعوے کے ساتھ اپنے عہد کا آغاز کیا ہے کہ وہ پولیس اسٹیٹ (دولۃ المخابرات) اور طالع آزماؤں کو ختم کرکے دولۃ العلم والایمان (عقیدہ اور علم پر مبنی ریاست) وجود میں لائیں گے۔ چنانچہ اُن کے اس نعرہ کا نہ صرف مصر بلکہ دوسرے عرب ممالک میں بھی پُرجوش خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اس اعلان پر سب سے پہلے جس عنصر نے مبارک باد دی ہے وہ عدالتوں کے جج اور وکیل اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ ہیں۔ مصر کے ہر باشندے نے یہ اعلان سُن کر اطمینان کا سانس لیا ہے۔ آئیے اب ہم دیکھتے ہیں کہ انورالسادات نے اپنے اس اعلان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کیا کوشش کی اور کر رہے ہیں۔
سب سے پہلے انہوں نے سوشلسٹ یونین کو ایک آرڈی ننس کے ذریعہ سے توڑ دیا ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ اس یونین کے انتخابات آزادانہ اور منصفانہ نہیں ہوتے تھے، با اثر دھڑوں نے دھاندلی اور دھونس کے ذریعہ سے اپنے منشا کے آدمیوں کو کامیاب کروایا ہے جن میں بیشتر انٹیلی جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے یونین کے نئے انتخابات کرائے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مصری انقلاب کی ۱۹ سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات ہوتے ہیں۔ صحافیوں کی یونین اور دوسری پیشہ ورانہ یونینوں کے انتخابات بھی بڑی آزادی کی فضا میں ہوئے ہیں۔ سادات نے ان بہت سے لوگوں کو بھی رہا کر دیا ہے جو مدتوں سے بڑے جیلوں میں سڑ رہے تھے اور کسی عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا گیا تھا۔ عام ضرورت کی اشیاء بھی اب کسی قدر ارزاں کی گئی ہیں۔ ایک مصری باشندہ اس بات پر خوش ہے کہ اُسے ۳۵ قرش کے بجائے اب تربوز ۳ قرش میں مل جاتا ہے۔
یکم مئی ۱۹۷۱ء کو سادات نے حلوان میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ وقت آگیا ہے کہ جس "انقلاب" کو اب ۱۹ سال ہو رہے ہیں اُس کی تقنین کی جائے (یعنی اُسے قانون کی حکومت میں تبدیل کیا جائے) تاکہ عوام بنیادی آزادیوں سے بہرہ مند ہوں، اپنے حقوق کو استعمال کریں، جبر و تشدد کی حکمرانی سے اُن کی گلوخلاصی ہو اور انہیں ایسا دستور دیا جائے جو بنیادی آزادیوں اور اجتماعی عدل و انصاف کا ضامن ہو۔ چنانچہ سادات نے اس اعلان کے اگلے روز علی صبری کو برطرف کر دیا اور ۱۵ مئی کو اُس کے ساتھیوں کو بھی رخصت کر دیا۔ اس کے بعد وسیع پیمانے پر ہر محکمے میں تطہیر شروع کر دی جس کے نتیجے میں اب تک ہزاروں افراد، جنہوں نے لوٹ کھسوٹ مچا رکھی تھی، نکالے جا چکے ہیں اور

وہ تمام خفیہ رپورٹیں، فائلیں اور ٹیپیں نذرِ آتش کر دی گئی ہیں جو پولیس اسٹیٹ نے جمع کر رکھی تھیں اس کے ساتھ ہی ساوات نے ملک کے لیے مستقل دستور تیار کرنے کا کام شروع کر دیا۔

اس دستور کا مسودہ تیار کیا جا چکا ہے نیشنل اسمبلی کے ارکان میں سے ۸۰ افراد پر مشتمل ایک دستور ساز کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے پہلے ہی اجلاس میں یہ طے کیا کہ کمیٹی دستوری خاکہ تیار کرنے سے پہلے وسیع پیمانے پر ملک کے اہلِ علم و رائے، ماہرینِ دستور اور عوام کے تمام طبقوں سے رائے معلوم کرے گی۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد کمیٹی نے متعدد ذیلی گروپ تشکیل دیئے۔ اور انہوں نے مختلف شہروں اور علاقوں کا دَورہ کیا، عوامی اجتماعات منعقد کیے اور دستوری مسائل کے بارے میں عوام کے رجحانات معلوم کیے۔ نیز یونیورسٹیوں کے اساتذہ، ماہرینِ دستور، علمائے دین، ادباء اور اہلِ قلم کے ساتھ بھی مجالسِ مذاکرہ منعقد کی گئیں اور تقریر و تحریر کے ذریعے سے اُن کے خیالات معلوم کیے گئے۔ کوشش کی گئی ہے کہ اس مسئلے میں مصری عوام کی صحیح اور حقیقی خواہش پوری طرح سامنے آجائے۔ چنانچہ دستور ساز کمیٹی کی طرف سے عوامی خواہشوں پر مشتمل جو رپورٹ پیش کی گئی ہے اُس کی رُو سے دستور کے بارے میں مصری عوام نے یہ مطالبات کیے ہیں:

۱۔ ریاست کا نام عرب ری پبلک آف مصر ہو۔ ریاست کا مذہب اسلام ہو، اس کے قوانین کا ماخذ اسلامی شریعت ہو اور اس کی سرکاری زبان عربی ہو۔ ریاست تین اداروں پر مشتمل ہو۔ ایک مقننہ جو منتخب اسمبلی پر مشتمل ہو۔ دوسرا عدلیہ جو ہر لحاظ سے آزاد ہو۔ اور تیسرا انتظامیہ جو صدر جمہوریہ کے تحت ہو۔

۲۔ صدر اور نائب صدر کا انتخاب ایک ہی وقت میں ہو (جیسا کہ امریکہ میں کیا جاتا ہے) اور دونوں عہدوں کے لیے ایک سے زائد امیدوار کھڑے ہوں تاکہ عوام کو بہتر شخص کے انتخاب میں سہولت ہو۔ عہدۂ صدارت کی مدت پانچ سال ہو۔ اور ایک مرتبہ جو شخص صدر منتخب ہو جائے دوبارہ اُسے از رُوئے دستور صدارت کا امیدوار کھڑا ہونے کی اجازت نہ ہو۔

۳۔ عوام اختیارات کا سرچشمہ ہوں، نیشنل اسمبلی کی رکنیت کے لیے ہر باشندہ امیدوار کھڑا ہو سکتا ہو اور ہر شخص کو انتخاب کا حق حاصل ہو۔ (یعنی سیاسی پابندیوں اور ترجیحی سلوک کا نظام ختم کیا جائے) نیشنل اسمبلی کی رکنیت کے لیے سوشلسٹ یونین کا رکن ہونا ضروری نہ ہو۔ نیشنل اسمبلی کی

رکنیت کو اسمبلی ہی کی قرارداد سے ختم کیا جاسکے۔ اگر نیشنل اسمبلی کے کسی رکن کی رکنیت منسوخ ہوجائے تو اگر وہ سوشلسٹ یونین کا رکن بھی ہے تو اس کی رکنیت پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ نیشنل اسمبلی اپنے اختیارات کسی فرد کو تفویض نہیں کرسکتی اور نہ اپنے اختیارات سے دستبردار ہوسکتی ہے۔

۴۔ عدلیہ کلیتہً آزاد ہوگی۔ اور "ہنگامی عدالت" کے قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔ کوئی شہری عدالتی حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ تمام عدالتوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ یہ نظر رکھیں کہ آیا قوانین دستوری تقاضوں کے مطابق ہیں۔ نیز اگر انتظامی حکام اپنے اختیارات کو غلط استعمال کر رہے ہوں تو عدالتوں کو ان کے محاکمہ کا حق ہوگا۔ پرسنل لا اور لیبر لا میں عدالتی ٹریبونل کا نظام اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ سوشلسٹ یونین محض ایک تنظیم ہوگی (حکمران ادارہ نہیں ہوگا) اور براہِ راست اختیارات رکھنے کے بجائے نیشنل اسمبلی کے ذریعہ اپنے اختیارات کا استعمال کرے گی۔ یونین کا قانون استصواب عام کے لیے پیش کیا جائے گا۔ یونین کے تمام ماتحت ادارے علانیہ اور کھلے کھلے ہوں گے۔ اس کا کوئی شعبہ خفیہ نہیں رکھا جائے گا۔

مصری عوام نے جن میں پیش پیش یونیورسٹیوں کے اساتذہ، قانون دان، علماء و فقہاء، صحافی اور ادباء ہیں، بشدت یہ مطالبہ کیا ہے کہ نئے دستور کے اندر واضح طور پر یہ ضمانت دی جائے کہ نہ صرف شخصی آزادیاں محفوظ و مامون ہوں گی بلکہ کسی ادارے کی طرف سے ان پر دست درازی کی گنجائش نہ ہوگی اس سلسلے میں ان تمام حلقوں نے احتیاطی تدابیر کے طور پر ذیل کی باتوں پر خاص طور پر زور دیا ہے:

۱ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن عوام کی دسترس میں ہوں تاکہ ان کے ذریعہ ہر فرد اور گروہ ضرورت کے وقت اپنا نقطۂ نظر بیان کرسکے اور اُسے عوام تک پہنچا سکے۔

۲۔ اٹارنی جنرل کا عہدہ بحال کیا جائے تاکہ جس شکل میں بھی آزادیوں پر دست درازی ہو اُس کا تعاقب کیا جائے اور اس کے خلاف دستوری ضمانت کو حرکت میں لایا جائے۔

۳۔ عدالتوں کو (جن میں عدالتِ عالیہ سرفہرست ہے) یہ حق حاصل ہو کہ وہ انفرادی آزادیوں کی حفاظت کرسکیں اور ان آزادیوں پر حملہ آور ہونے والے شخص، یا ادارہ کی بروقت سرکوبی کرسکیں۔

۴۔ دستوری آزادیوں کو جو فرد سلب کرنے کی کوشش کرے اُسے فوجداری قانون کے تحت سزا دی جائے۔

۵۔ اعلیٰ عدالت کو یہ خصوصی اختیار حاصل ہو بلکہ یہ اعلیٰ عدالت کا اصل فریضہ ہو کہ دستور کے اندر جو آزادیاں دی جائیں اور شہریوں کو جو حقوق دیے جائیں ملکی قوانین کے ذریعہ ان سے کھیلنے کی کسی کو اجازت نہ دے۔

جہاں تک اشتراکیت کا تعلق ہے سادات کی حکومت نے اس سے دستبرداری کا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ اپنی تقریروں کے اندر اس بات کا بار بار اظہار کیا ہے کہ مصر اشتراکیت کے راستے سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ دستور کے جو بنیادی خدوخال سادات نے تجویز کیے ہیں ان میں بھی واشگاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ دستوری ڈھانچہ اشتراکی تصور سے الگ نہیں ہوگا۔ جب دستور ساز کمیٹی نے مصری عوام سے اشتراکیت کے بارے میں دریافت کیا تو یہ سوال نہیں کیا کہ کیا تم اشتراکیت چاہتے ہو یا نہیں بلکہ یہ سوال کیا کہ تم کیسی اشتراکیت چاہتے ہو۔ چنانچہ اس سوال کے جو جوابات ملے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

استاذ سلیمان الطماوی جو عین شمس یونیورسٹی میں دستوری قانون کا پروفیسر اور لاڈیپارٹمنٹ کا سربراہ ہے، اُس کمیٹی کا صدر ہے جسے عوام کی رائے معلوم کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس نے اپنی رپورٹ میں اشتراکیت کے بارے میں عوام کے تمام جوابات کا خلاصہ یہ بیان کیا ہے:

"دستور میں صرف اشتراکی عقیدہ کا اعلان کر دینا کافی نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ دستور میں یہ بھی بتا دیا جائے کہ اشتراکی عقیدہ کے ستون کیا ہوں گے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اشتراکیت ہماری اقدار اور ہمارے نظریات ہی سے ماخوذ ہوگی"

اسی کمیٹی کے ایک اور رکن استاذ علی سید منصور نے زیادہ صراحت سے اس بات کو بیان کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ:

"تمام علمائے اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ دستور میں قطعی نص سے یہ اعلان کر دیا جائے کہ اسلام ریاست کا دین ہوگا، شریعت اسلامی ہمارے بنیادی قوانین کا سرچشمہ ہوگی، اور ہماری اشتراکیت اسلام ہوگی، اور ہمارا اقتصادی نظام صحت مندانہ بنیادوں پر استوار ہوگا اور استحصال اور سود سے پاک ہوگا، اور جو نظریات اباحیت کے داعی ہیں یا ہماری مذہبی اور اخلاقی اقدار کو پامال کرتے ہیں ان پر قدغن عائد کی جائے گی"[1]

[1] روزنامہ الحیات (بیروت)، ۱۳ر جون ۱۹۷۱ء

ہم نے دستور ساز کمیٹی کی جمع کردہ عوامی آراء کے بعض حصے بیان کردیے ہیں۔ دستور ساز کمیٹی نے رپورٹ میں بتایا ہے کہ اُسے دس ہزار سے زائد دستوری تجاویز اور سفارشات موصول ہوئی ہیں جن میں قریب قریب ایک ہی ذہن کی عکاسی پائی جاتی ہے۔

سادات کے مسلسل اعلانات کے بعد کہ وہ مصر میں قانون کی حکومت قائم کریں گے، جمہوریت کو فروغ دیں گے اور قومی اتحاد کو بروئے کار لائیں گے، مصر کے ہر طبقے کے اندر زندگی کی رو دوڑ گئی۔ انور السادات کے اعلانات تو بڑے خوش آئند تھے اور اُن کے متعدد اقدامات بھی بنیادی تبدیلیوں کے حامل ہیں۔ مصری قوم کے لیے اگر کوئی اور خوشی نہ بھی ہو تو یہی کافی ہے کہ جبر و تشدد کے نظام سے اُسے نجات مل گئی ہے اور ۱۷ سال کے بعد پہلی مرتبہ خوف و ہراس کے بھیانک سائے اُس کے سر سے ٹلے ہیں اور بھائی کے خلاف بھائی کی جاسوسی اور باپ کے خلاف بیٹے کی جاسوسی کا دَور ختم ہوگیا ہے اور مردہ قوم کے اندر زندگی کے آثار ہویدا ہوگئے ہیں۔ لیکن اب حالیہ بعض ایسے اعلانات سامنے آرہے ہیں جو اس خوشی کو منغّص کر رہے ہیں۔ مثلاً انور السادات نے ۱۰ جون ۱۹۷۱ء کو ایک ایسا حکمنامہ جاری کیا ہے جس کی کوئی قانونی سند نہیں ہے۔ اس حکم کی رُو سے انہوں نے مصر کے متعدد طبقوں کو سیاسی اور شہری حقوق سے محروم کردیا ہے۔ حکمنامہ میں اِن طبقوں کو رجعت پسند کہا گیا ہے اور انہیں شہری اور سیاسی حقوق سے محروم کردینے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے عبدالناصر کے اختیار کردہ راستے کے خلاف اپنا راستہ تجویز کیا تھا، اور مصری انقلاب نے اپنے ترقیاتی اَدوار میں انہیں اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ یہ اشتراکیت کے دشمن ہیں اور اشتراکی انقلاب کے راستے کا روڑا ہیں، اور خود ساختہ حقوق کے دعویدار ہیں، اور عوام سے اپنے آپ کو برتر سمجھتے ہیں، قومی سلامتی اور داخلی محاذ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔[۱]

انور السادات صاحب کے اس حکم کا منشا یہ ہُوا کہ انہوں نے پہلے تو خود ہی وطنی اتحاد اور آزادی اور جمہوریت کی دُہائی دی اور پھر خود ہی قومی وحدت کو دو قسموں میں بانٹ دیا۔ ایک قسم کو ہر طرح کے حقوق اور آزادیاں دے دی گئیں اس لیے کہ وہ اشتراکیت پسند ہے۔ اور دوسری قسم سیاسی آزادی سے محروم کردی گئی اور اس سے شہری حقوق اور آزادیاں چھین لی گئیں اس لیے کہ وہ

---

[۱] الحیات ۱۳ جون ۱۹۷۱ء

اشتراکیت کی دشمن ہے اور اشتراکی انقلاب کے لیے روڑا ہے"۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ انور السادات نے نظام میں "مکمل تبدیلی" کا جو نعرہ بلند کیا تھا اُسے ترک کر دیا ہے اور اب سابقہ نظام کو بحال رکھتے ہوئے اشخاص کی تبدیلی پر اکتفا کر لیا ہے اور جزوی پیوندکاری کو اپنا اصل راستہ قرار دے دیا ہے۔

یہ کیوں ہوا؟ اس کی وجہ بھی ڈھکی چھپی نہیں رہی۔ ۱۰ رجون ۱۹۷۱ء کو سادات نے "سیاسی غزل" کا حکمنامہ جاری کیا ہے۔ اس حکم نامے کے اجراء سے صرف ۲ ہفتے پیشتر یعنی ۲۵ مئی ۱۹۷۱ء کو ماسکو کا صدر پوڈگورنی ایک بھاری بھرکم وفد لے کر مصر آیا اور حکومت مصر کے ساتھ "دوستی اور تعاون" کا ایک معاہدہ طے کیا جس کی مدت ۱۵ سال رکھی گئی ہے اور اس کے بعد ہر پانچ سال کے وقفے پر اُس کی تجدید ہوتی رہے گی۔ الحیاة (۳۰ رمئی ۱۹۷۱ء) کے مطابق "صدر پوڈگورنی جب قاہرہ کے ہوائی اڈا پر اُترا تو اُس کے چہرہ پر قلق اور کبیدگیٔ خاطر کے آثار نمایاں تھے کیونکہ اُس کے تمام دوست (علی صبری وغیرہ) جیلوں میں ڈالے جا چکے تھے۔ لیکن جب وہ واپس ہوا تو اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا کیونکہ اُس نے قاہرہ میں جو عظیم اور سریع کامیابی حاصل کی ہے وہ اُس کی توقعات سے بہت اونچی ہے"۔

مصر کو عرصہ طویل کے لیے اشتراکی بلاک کا خیمہ بردار بنا دیا گیا اور ماسکو جس مقصد کے لیے علی صبری اور اس کے ساتھیوں کو تیار کر رہا تھا وہ مقصد سادات کے ذریعے بدرجۂ اتم حاصل ہو گیا۔ اب ماسکو کو علی صبری اور شعراوی جمعہ اور سامی شرف کی کیا ضرورت ہے۔ ان کے ساتھ مصر کی حکومت جو چاہے سلوک کرے۔ ماسکو نے جو عظیم الشان کامیابی حاصل کی ہے اس سے صرف موجودہ کمیونسٹ حکومت کے دیرینہ خواب کی تکمیل ہی نہیں ہوئی بلکہ روسیوں کی وہ آرزو پوڈگورنی کے ہاتھوں پوری ہو گئی جو پطرس اعظم کے عہد سے لے کر بالشویک انقلاب تک اور بالشویک انقلاب سے لے کر آج تک ہر ہر مرحلے میں وہ اپنے سینوں کے اندر پالتے رہے ہیں۔ روسی لیڈر اسی غرض کے لیے مشرق اوسط کے اندر عرصہ دراز سے اپنے اعوان و انصار پیدا کرتے رہے ہیں۔ جمال عبدالناصر کے ساتھ ان کی گاڑھی چھنتی تھی مگر بایں ہمہ جمال عبدالناصر نے کسی طویل المیعاد تحریری معاہدہ کے ذریعہ سے مصر کو روس کا بستۂ فتراک نہیں بنایا تھا۔ مصر میں علی صبری اور اس کے رفقاء اور شام میں یوسف زُعَیِّن اور اس کے اعوان برابر ایسی فضا مہیّا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ روس مشرقِ اوسط کے اندر اپنے پنجے زیادہ سے زیادہ

گھیرے کرے۔ اور اگر یوسف زعین اور اس کے اعوان کا سقوط نہ ہوتا تو زیادہ رجحان یہی تھا کہ ماسکو کی اس دستاویز پر سب سے پہلے شام کے دستخط ہوتے۔ مگر مصر میں علی صبری اور اس کے ساتھیوں کے سقوط کے باوجود انور السادات کو یہ خدمت سرانجام دینی پڑی۔ اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وادی نیل پہلے ہی روس کے فوجی ماہرین، روسی اسلحہ، روسی سرمائے اور روسی منصوبوں کے بوجھ کے نیچے دب رہی ہے۔ اس وقت مصر میں روس کے فوجی ماہرین کی تعداد ۱۶ ہزار سے لے کر ۱۹ ہزار تک ہے[۱]۔ جس ملک کی اپنی فوج ۲ لاکھ سے زیادہ نہیں ہے وہاں اتنی بڑی تعداد میں روسی فوجی ماہرین کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ آئندہ جو مسئلہ بھی اٹھے گا اُس کا فیصلہ قاہرہ میں نہیں ماسکو میں ہوگا۔ اسی طرح مصر ۲ ارب ڈالر کا اسلحہ قرض لے چکا ہے اور ڈھائی ارب سے زیادہ ڈالر روس نے مختلف منصوبوں میں لگا رکھے ہیں۔ یہ اعداد و شمار مصر کی داخلی سیاست کا نقشہ تیار کرنے میں مؤثر عامل ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اس معاہدے میں بصراحت یہ تحریر کر دیا گیا ہے کہ "مصر کو سوشلسٹ معاشرے میں پوری طرح تبدیل کیا جائے گا"[۲]۔

اِس معاہدے کا اثر یہ ہوا کہ انور السادات نے ایک تو اشتراکی انقلاب کو واضح طور پر اپنی حکومت کا نقطۂ نظر قرار دے دیا ہے۔ دوسرے سوشلسٹ یونین کے سوا کسی سیاسی پارٹی کے قیام کی اجازت نہیں دی اور تمام سیاستدانوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ اگر وہ سیاست بازی کرنا چاہتے ہیں تو سوشلسٹ یونین کے دروازے ان کے لیے کھلے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں مصر کے اندر اور کوئی پلیٹ فارم مہیا نہیں کیا جائے گا۔ تیسرا اثر یہ ہوا ہے کہ "رجعت پسند" حلقوں کو سیاسی اور شہری حقوق سے محروم قرار دے دیا گیا ہے۔ اور چوتھا اثر یہ ہوا ہے کہ انور السادات صاحب نے اپنے اسلام کی حدود بھی متعین کر دی ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں سوشلسٹ یونین کی نیشنل کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "مَیں جب اسلام کی دعوت پیش کرتا ہوں تو اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہمیں خدا پر پورا بھروسہ کرنا چاہیے"[۳]۔

---

[۱] الحیات ۳۰ جولائی ۱۹۷۱ء [۲] الحیات ایضاً

[۳] الشباب العربی، قاہرہ ۲۶ جولائی ۱۹۷۱ء